السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا مؤذن ہی تکبیر کہے ؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

شرعی اعتبار سے یہ ضروری نہیں کہ جواذان کہے وہی تکبیر کہنے کا فریضہ ادا کرے ، کوئی بھی دوسرا شخص تکبیر کہہ سکتا ہے ۔ اس سلسلہ میں حدیث پیش کی جاتی ہے کہ حضرت زیاد صدائی رضی اللہ عنہ نے اذان کہی ، جب جماعت کا وقت ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہنے کا ارادہ کیا ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ''اس صدائی نے اذان کہی ہے اور جواذان کہے وہی اقامت کہے ، پھر انھوں نے ہی اقامت کہی ۔''[1]

لیکن یہ روایت سند کے اعتبار سے کمزور ہے کیونکہ اس میں عبد الرحمن بن زیاد افریقی نامی راوی ضعیف ہے ۔ چنانچہ امام ترمذی رحمة اللہ علیہ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں : ''یہ حدیث افریقی سے مروی ہے اور محدثین کے نزدیک یہ راوی ضعیف ہے ۔''[2] اس بنا پر موذن کے علاوہ کوئی بھی تکبیر کہہ سکتا ہے ۔ چنانچہ امام ابوداوٗد رحمة اللہ علیہ نے ایک عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے : ''موذن اذان دے اور تکبیر کوئی دوسرا کہے ۔''[3]

اسے ثابت کرنے کے لیے حدیث پیش کی ہے کہ عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو خواب میں اذان سکھائی گئی تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی ، آپ نے فرمایا : تم یہ کلمات حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بتاؤ ، چنانچہ انھوں نے بتائے تو بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی ، حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے یہ خواب دیکھا اور میں ہی اذان دینے کا خواہش مند تھا ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ''تم تکبیر کہہ لو''[4]

لیکن یہ حدیث بھی محمد بن عمر راوی کی بنا پر ضعیف ہے ۔ ہمارے رجحان کے مطابق یہ ضروری نہیں کہ اذان دینے والا ہی تکبیر کہے ، تاہم ہماری مساجد میں عام طور پر جو صورت حال ہے اس کے پیش نظر مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ موذن کو ہی تکبیر کہنے کا پابند بنا دیا جائے ۔ صورت مسؤلہ میں چونکہ اذان دینے والا ہی امام ہے ، اس لیے اسے چاہیے کہ کسی مناسب شخص کو تکبیر کہنے کا پابند کردے ، اگرچہ وہ خود بھی تکبیر کہہ کر جماعت کرا سکتا ہے ۔ (واللہ اعلم)

---

[1] ابوداوٗد، الصلوٰة : ۵۱۴۔

[2] ترمذی، الصلوٰة : ۱۹۹۔

[3] ابوداوٗد، الصلوٰة : باب ۳۰۔

[4] ابوداوٗد، الصلوٰة : ۵۱۲۔

هذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ اصحاب الحدیث

جلد4۔ صفحہ نمبر:104

محدث فتویٰ